وفا راشدی

حضرت قادر بخش بیدل رحمۃ اللہ علیہ

سندھ صدیوں سے تاریخ و ثقافت کا گہوارہ، تصوف و عرفان کی آماجگاہ اور علم و ادب کا مرکز رہا ہے۔ یہاں ہر دور میں صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے علم و عرفان کے اَن مٹ نقوش بنی نوع انسان کے دل و دماغ اور روح و طبع کے لیے ضو فگن، بصیرت افروز، حیات آمیز ثابت ہوئے ہیں۔

انھیں مشائخ دین میں حضرت عبدالقادر المعروف بہ فقیر قادر بخش بیدل کی جلیل القدر شخصیت اہل سندھ کے لیے باعثِ صد افتخار تھی۔ آپ وادیٔ مہران کے ایک قدیم شہر روہڑی کے عظیم المرتبت شاعر اور درویش صفت انسانِ کامل تھے۔

سندھ کے دوسرے مقامات کی طرح روہڑی بھی شروع سے اہلِ علم و فضل اور اہل تصوف و معرفت کا مولد و مسکن رہا ہے۔ حضرت قادر بخش بیدل کے والد ماجد حضرت محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ روہڑی کے بزرگانِ دین میں سے تھے۔ موصوف خانوادۂ قریش کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت محمد حسن نے پارچہ بافی کا پیشہ اختیار کیا تھا اس لیے پالوٹی[1] مشہور تھے۔ تالپور کے عہدِ حکومت میں سلسلۂ قادریہ کے ایک درویش حضرت صوفی شاہ عنایت اللہ شہید رح

---

[1] سندھ میں اردو شاعری صفحہ ۱۱۶ از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

ساکن جھوک شریف کے کمال تصوف و معرفت کی بڑی شہرت تھی۔ حضرت حسنؒ نے آپ کے ہاتھوں شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

روایت ہے کہ خلیفہ محمد حسن نرینہ اولاد سے محروم تھے۔ ایک دن آپ کے مرشد حضرت صوفی شاہ عنایت اللہ شہید نے آپ کو اپنے آستانے میں افسردہ دیکھ کر افسردگی کی وجہ دریافت کی۔ خلیفہ موصوف نے فرمایا

"حضورِ عالی! یہ بندۂ عاجز نرینہ اولاد کی نعمت سے محروم ہے۔
حضور دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے۔ اس کے خزانے میں کیا کمی ہے۔"

صوفی جی نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی اور فرمایا

"انشاء اللہ تمہاری مراد بر آئے گی۔ تمہارا لال صاحب کمال ہوگا
علم معرفت میں عروج پائے گا۔ اس کے دم سے روہڑی کا پرچم بلند رہے گا۔"

بفضلِ تعالیٰ خلیفہ محمد حسنؒ کے گھر جو شمع روشن ہوئی اس کا نام عبدالقادر رکھا گیا۔ وہ آگے چل کر "فقیر بیدل" اور "قادر بخش بیدل" کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت فقیر قادر بخش بیدل کی ولادت ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۴ء کو روہڑی میں ہوئی۔ آپ کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کا حال تذکروں میں نہیں ملتا۔ آپ نے خداداد ذہانت اور ذاتی محنت و صلاحیت سے قرآن، حدیث، فقہ، فلسفۂ دین کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ عربی، فارسی، سرائیکی، اردو میں کامل دست گاہ حاصل کی۔

کہتے ہیں کہ بارہ برس کی عمر میں حضرت بیدلؔ نے برابر تین رات خواب میں دیکھا کہ ایک لنگوٹ بند قلندر آپ سے مخاطب ہیں:

"ہمارے پاس آ جاؤ۔"

آپ نے روہڑی سے سیوھن شریف تک کا سفر دیوانہ وار طے کیا۔ حضرت لعل قلندر شہباز سیوستانی کے روضۂ مبارک تشریف لے گئے۔ سندھ کے ایک جلیل القدر اسکالر جناب میمن

عبدالمجید سندھی فرماتے ہیں کہ "وہاں سے آپ کو شعر کہنے کی اجازت ملی اور آپ نے ڈیڑھ غزلیں فارسی اور اردو میں کہیں" (اردو نامہ شمارہ ۱۱)۔ اردو غزل کا مطلع اور مقطع حسب ذیل ہیں ؎

دلِ وحدت طلب فارغ ز قیدِ جسم و جاں ہوگا
کہ بیٹھک عاشقاں دائم بملکِ لامکاں ہوگا
دوئی کے وہم سے بیدلؔ تیرا دِل گر ہُوا فارغ
عہد اس ذاتِ مطلق کا جہاں چاہے وہاں ہوگا

ابھی چودہ (۱۴) سال کے تھے کہ حضرت بیدلؔ کے پدر بزرگوار کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ آپ نے اپنے والد کے پیر صوفی شاہ عنایت اللہؒ کے خلیفہ میر جان اللہ شاہ اول کے پوتے میر جان اللہ شاہ دوم سے بیعت کی۔ شاہ اول و دوم دونوں اہلِ دیوان شاعر گزرے ہیں۔

حضرت بیدل کو اوائل عمر سے تلاش حق اور جستجوِ معرفت کا شوق تھا۔ ذوقِ جنون کے عالم میں آپ نے دُور دُور کی سیر و سیاحت کی۔ بزرگوں کے آستانوں اور اللہ والوں کے درباروں میں حاضری دی۔ آلام و مصائب کی گھاٹیوں سے گزر کر مظاہرۂ قدرت کے مشاہدات، دنیا کے رنگا رنگ تجربات کی روشنی میں نہ صرف دنیاوی علوم سے سرفراز ہوئے بلکہ روحانی کسب و کمالات سے آگہی حاصل کی۔ ع

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

دورانِ سفر آپ نے پیر گوٹھ میں سندھ کے ایک مشہور ولی اللہ حضرت پیر محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں اعتکاف فرمایا۔ اس عرصے میں پیر پگارو حضرت صبغۃ اللہ شاہؒ کے فرزندِ عزیز سید علی گوہر شاہ کے استاد مقرر ہوئے۔ آپ نے اپنے تلمیذِ ارشد کو عربی و فارسی کی جامع و بلیغ تعلیم کے جوہر سے آراستہ کیا۔ مثنوی مولانا رومؒ بھی تشریح و وضاحت سے پڑھائی۔ آپ کی باکمال و بافیض صحبتوں سے سید علی گوہر شاہ نہ صرف تصوف و معرفت کے علوم بیکراں سے بہرہ ور ہوئے بلکہ عربی و فارسی کے عالم اور اعلیٰ

درجہ کے شاعر[1] بن گئے۔

حضرت بیدل پیر گوٹھ سے فارغ ہوکر ضلع خیرپور کے ایک قصبے میں تشریف لے گئے۔ یہ مقام روہڑی سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں کے ایک برگزیدہ درویش مخدوم محمد اسمٰعیلؒ کے روضۂ مبارک پر کسبِ فیض کیا اور کچھ عرصہ قیام کے بعد اپنے آبائی شہر روہڑی واپس آکر وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ ذریعۂ معاش کی غرض سے کپڑے اور دیگر اشیاء کا کاروبار کیا۔ فکرِ معاش کے بعد ہمہ وقت فکرِ الٰہی ذکرِ محمدی اور خدمتِ خلق میں گزارتے۔ آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں ہر مذہب و ملت کے لوگ کیا ہندو کیا مسلمان سب ہی شامل تھے۔

۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار روہڑی اسٹیشن سے متصل زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت بیدل نے جب اس جہانِ فانی میں قدم رکھا سندھ میں اقتدارِ تالپور کا دور دورہ تھا اور جب دارِ فانی سے دارالبقار کی راہ لی اس وقت انگریزوں کی سلطنت کا سورج نصف النہار پر جلوہ گر تھا۔ حضرت لعل قلندر شہباز شیوستانی، شاہ عبداللطیف بھٹائی اور سچل سرمست آپ کے بزرگانِ اسلاف میں سے تھے۔ اسے حُسنِ اتفاق کہیے یا ان بندگانِ خدا کا روحانی اعجاز کہ جب شاہ صاحبؒ وفات پائی اس وقت سچل سائیں کی عمر تیرہ برس کی تھی اور جب سچل سائیں نے رحلت کی اس وقت فقیر بیدل نے حیاتِ بے ثبات کی تیرھویں بہار کو آنکھوں سے لگایا تھا۔ یہ مذکورہ بالا اربابِ علم و عرفان کا فیضان تھا کہ فقیر بیدل کو اپنے زمانے میں وہی مقام علیا عطا ہوا جو مقام حضرت شاہ لطیف اور حضرت سچل سرمست جیسے اکابرِ سندھ کو اپنے اپنے زمانے میں حاصل تھا۔

حضرت قادر بخش بیدل کا شمار سندھ کے اکابرِ علم و ادب میں ہوتا ہے۔ صوفی شاعر،

---

[1] پیر علی گوہر شاہ (۱۲۳۱ھ تا ۱۲۶۳ھ) المعروف بہ پیر پگارو سوم، اصغر تخلص کرتے تھے۔ آپ نے کافیوں میں شہرت پائی (سندھی ادب از پیر حسام الدین راشدی) صفحہ ۵۷)

مصنف، انشا پرداز، آپ کی ہر حیثیت مسلّم و مستند تھی۔ عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی اور اردو زبان و ادب پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ ہر زبان میں نظم و نثر بڑی مہارت سے لکھتے تھے۔ سندھ کے ماہر تعلیم، بلند پایہ محقق، ممتاز دانشور ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اپنی قابلِ قدر کتاب "سندھ میں اردو شاعری" (صفحہ ۱۱۶) میں بیدلؔ کی حسب ذیل تصانیف کی نشان دہی کی ہے:-

رُموز العارفین (فارسی نظم) - تقویۃ القلوب (نثر) - بیخ گنج - ریاض القمر سُلوکِ الطالبین - رموزِ قادری - منہاج الحقیقۃ - نہر البحر - الفوائد المعنوی مصباح الطریقت - وحدت نامہ - قرۃ العینین فی مناقب السبطین فی لبطن الاحادیث - سرور نامہ - اور لُغات میزان الطب -

محترمی میمن عبدالمجید صاحب سندھی کا بیان ہے کہ

"آپ کی اٹھارہ تصانیف ہیں۔ "مصباح الطریقت" آپ کا دیوان ہے جو درحقیقت دو دیوانوں کا مجموعہ ہے۔ ایک فارسی اور دوسرا اُردو۔"

(اُردو نامہ - شمارہ ۱۱ - صفحہ ۹)

حضرت قادر بخش بیدلؔ کا زمانہ اس اعتبار سے بہت مبارک زمانہ تھا کہ اس دَور میں سندھی اور اردو نظم و نثر نے عروج پایا۔ اُردو شاعری کے لیے بھی اسے بہترین اور زرّین عہد کہا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دہلی میں غالبؔ، ذوقؔ، مومنؔ، حالیؔ، داغؔ، ظفرؔ، سر سیّد۔ لکھنؤ میں انیسؔ و دبیرؔ اور سندھ میں بیدلؔ کے معاصرین مخدوم عبدالکریم، غلام حسین افضل سبز پوش ٹھٹوی، صورت سندھی، سید غلام علی گداؔ ہاشمی، ہز ہائنس میر حسن علی بہادر، مخدوم ابراہیم خلیلؔ ٹھٹوی، محمد زمان حبیب، قاضی غلام علی جعفری طیاری، پیر حزب اللہ شاہ تخت والا، محمد یوسف خاں ظہیرؔ، ابراہیم شاہ صوفی اور عبدالحسین سانگی وغیرہ جیسے شاعروں نے نہ صرف سندھ میں بلکہ پورے برصغیر میں اُردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اُسی زمانے میں سندھی زبان و ادب کو بھی غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ اس دَور کے سندھی شعراء و ادباء میں دیوان دلپت رائے،

صوفی سہوانی، پیر علی گوہر شاہ اصغر تلمیذ بیدل، محمد عارف شکارپوری، خلیفہ کرم اللہ شکارپوری، پیر محمد اشرف قریشی، فتح محمد فقیر، حمل فقیر لغاری اور خلیفہ نبی بخش لغاری وغیرہ نے سندھی ادب کی گراں قدر خدمت انجام دی۔

حضرت قادر بخش بیدل نے عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی اور اُردو زبانوں میں طبع آزمائی کی اور ہر زبان میں مستند سمجھے گئے۔ ان کا کلام تمام اصناف سخن پر حاوی ہے۔ ان کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف اہلِ نقد و نظر نے کیا ہے۔ اُردو فارسی کے مشہور شاعر و محقق حفیظ ہوشیارپوری[1] مرحوم فرماتے ہیں:-

"قادر بخش بیدل اپنی وسعتِ بیان کو کسی ایک زبان تک محدود نہ کر سکا اور اس نے عربی، فارسی، اردو اور سندھی کو اپنے خیالات کا ذریعہ بنایا۔ اس کا تصوف صحت مندانہ اور اس کا عشق سخت کوش ہے ؎

اے عشق بیا و صفدری کن — شمشیر بکش سکندری کن
با روئے کہ رشک آفتاب ست — از مشرق سینہ خاوری کن
زاں روئے نقاب را بر افگن — پیرایۂ بزم دلبری کن"

شاہ لطیف، شاہ کریم، سائیں سچل کی طرح بیدل نے بھی فارسی میں ایسے اشعار کہے جو ان کی حبّ الوطنی اور انسانوں سے محبت اور اخوت کے جذبات سے مملو ہیں۔ سرزمینِ سندھ سے بے پناہ اُلفت اور اخوت کا اظہار اس انداز میں کیا ہے ؎

حبّ وطن از ملک سلیمان خوشتر است — خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوشتر است
مگر ایں بلدہ چوں بیت العتیق است — کہ جائے طواف خدادانِ طریق است

---

[1] خطبۂ صدارت ثقافتی کانفرنس زیرِ اہتمام لطیف اکیڈمی سکھر۔ منعقدہ ۱۹۵۹ء۔ اس خطبۂ صدارت کا قلمی نسخہ اس کانفرنس کے موقعہ پر خود حفیظ مرحوم نے اپنے دستخط سے اس خاکسار کو عنایت فرمایا تھا جو اس کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے۔ (ا۔ ر)

اپنے مولد و مسکن روہڑی کی رنگین و دلفریب فضا، رُوح پرور و دل گداز ماحول سے متأثر ہو کر کہتے ہیں ؎

زیارت گاہ ہر روشن ضمیرے — دلیلِ راہِ ہر جانِ منیرے
ز آبستان شمالش تازہ و تیر — زکوہستان جنوبش صاف وانور
زریگستان بود شرقش مصفّا — زباغستان شدہ غربش مطرّا
دگر پُرسی زحالِ ساکنانش — سراسر جمع خاطر در امانش
شکر گفتار و گل رخسار و خوشخو — صفا کردار و کم آزار و مدرُو

بیدلؔ نے سندھی شاعری میں شاہ لطیف کا اور اردو شاعری میں سچّل سرمست کا تتبّع کیا ہے۔ سندھی میں شاہ صاحب کی وائی (ہندی دوہے) اور سچل سائیں کی کافیوں کے طرز پر کافیاں کہی ہیں۔ سچّل نے "کافی" کی صنف کو علم عروض کے قواعد اور پابندی کے پیشِ نظر فروغ دیا ہے اور اس شاعری نے عوام میں مقبولیت حاصل کی ہے۔ بیدلؔ نے بھی اس نہج پر کافیاں کہی ہیں جو اب سندھی میں عوامی شاعری کا خاص جزو ہیں۔

بیدلؔ نے حضرت عثمان مروندی المعروف بہ لعل قلندر شہباز سیوھانی، شاہ لطیفؒ اور سچّل سرمست کی مدح میں اردو قصیدے لکھے تھے۔ سائیں قلندر کی شان میں کہتے ہیں ؎

دلا مت ڈر زہولِ روزِ محشر — پکڑ لے دامنِ ابنِ پیمبر
شہِ شاہانِ عرفاں دین پرور — قطبِ ارشاد عشاقان کا رہبر

مرا مرشد مکمل ہے قلندر
حُسینی حیدر سلطانی سرور

بیدلؔ کا اردو کلام عموماً عارفانہ ہے۔ اکثر و بیشتر اشعار میں فلسفۂ تصوّف کا بیان اور حکیمانہ رموز و نکات آشکارا ہیں۔ فلسفۂ خودی، خُدا شناسی اور اللہ کی وحدت کے سربستہ راز کو علامہ اقبالؔ نے جس عالمانہ و مفکرانہ انداز میں پیش کیا ہے وہ ان کی علمی بصارت اور روحانی بصیرت کا غماز ہے ؎

خُودی کا سرِّ نہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ — خُودی ہے تیغ فساں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے — صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری — نہ ہے زماں نہ مکاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یہ نغمہ فصلِ گُل و لالہ کا نہیں پابند — بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حُکمِ اذاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (ضربِ کلیم)

حیرت و مسرّت کی بات ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے "سرِّ نہاں" کا یہ ایمان افروز پیغام علامہ اقبالؔ (المتوفی ۱۳۵۷ھ) سے کوئی ستّر سال بیشتر سندھ کے ایک عظیم شاعر — قادر بخش بیدلؔ عوام کے دلوں میں سمو چکے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ دونوں کا طرزِ فکر و عہد و زمان کے اعتبار سے مختلف ہے۔ حضرت بیدلؔ ارشاد فرماتے ہیں ؎

وُجود ایک ہے بس لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو — نہ کر دوئی کی ہوس لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو
وہی ہے مُرغ وہی آشیانِ لاہُوتی — وہی ہے عین قفس لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو
وہی ہے قافلہ سالارِ دشت پیمائی — وہی ہے بانگِ جرس لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو
وہی ہے لیلیٰ و مجنوں وہی ہے بُلبل و گُل — وہی ہے شکر و مگس لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو

وہی ہے بیدلِ فانی وہی ہے
وہی ہے آتش و خس لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُو

وحدت الوجود، ہمہ اوست، وحدت میں کثرت، کثرت میں وحدت، فنا و بقا، نفی و اثبات اور ذکر و فکر کے موضوعات اور ان موضوعات کے باریک نکات کی ترجمانی سندھ نے اکثر صوفیائے کرام نے اپنے افکارِ عالیہ میں کی ہے۔ قلندر شہباز، شاہ لطیف، سچل سرمست جیسے عظیم اولیائے سندھ نے فارسی و سندھی میں رموزِ تصوّف، و مسائلِ تصوف بیان کیے ہیں۔ بیدلؔ کے فکر و خیال کی فضا پر انھیں بزرگوں کے فانوسِ تخیل کا پرتو ضو فگن ہے ؎

ہمیں اسرارِ وحدت کا نفی اثبات میں دیکھا — سراسر نور بیرنگی ظہورِ ذات میں دیکھا
نفی جب تک نہ ہو ہرگز نہ پائے ذوقِ اثباتی — اسی شطرنج کا ہم جیتنا اب مات میں دیکھا

یہ بیدل سُن وَفِی اَنْفُسِکُمْ اسی معشوق ہمدم سے
کہ ہم مصباح احدیت اسے مشکوٰۃ میں دیکھا

سہیس رُوپ رُوپ سماوت وحدت کثرت از ولادت

نہیں بندہ حقیقت میں سمجھ اسرار معنیٰ کا
خُودی کا وہم برہم زن ہیچھے بے خُود خدائی کا

بنے انسان کی صورت ، برعہ کے واسطے آیا نیاز و ناز کرتا ناظر و منظور کے اولے
کہاں عارف کہاتا ہے ، کہاں رندی بتاتا ہے حقیقت کا ظہورا دیکھ سو دستور کے اولے

بہت مذہب ہیں کثرت میں نہ جا بیدلؔ مشقت میں
ہُوا جو فرق وحدت میں اُسے ملّت سُوں کیا مطلب

اَنَا الحق ، منصورؔ ، طور وغیرہ جیسی تاریخی تسلیمات اور صوفیانہ اصطلاحات نے سچلؔ کے کلام کو بہت بلند کر دیا ہے ، جس کی تقلید میں بیدلؔ نے بھی بہت عمدہ شعر کہے ہیں ؎

"اَنَا الحق" جب کہوں گا میں سر میدان آؤں گا گلی اب چھوڑ دلبر کی طرف دیگر نہ جاؤں گا
سو "منصورؔ" کی صافی "انا الحق" سے وہ سلطان ہے ہوا اس سے ہے روشن عشق یہ اس کا فسانہ ہے

(" سچلؔ)

"انا الحق" آپ کہتا ہے وہی منصور کے اولے جو مارے دم "انا اللہ" کا درخت طور کے اولے
محفلِ محبت میں ممتاز ہیں اربابِ علوم محکمۂ عشق میں منظور ہے منصور کی بات
کس منصورؔ سے پوچھا سبب انشائے معنیٰ کا کہا میں مطلب والا ابھی اسمات میں دیکھا

(بیدلؔ)

یہ کائنات ، یہ موجودات ، فرش کا عرش اور نگاہ کی تمام رنگینیاں و رعنائیاں سوزِ عشق کا مظہر ہیں۔ مجاز سے حقیقت تک کی تمام منزلیں عشق کی بدولت طے ہوتی ہے تب کہیں زندگی پر حیات کا راز منکشف ہوتا ہے ، کائنات کا حُسن و رنگ نکھرتا ہے۔ اللہ والوں کے کرب وجذب ، رندی و مستی ، بیخودی و مدہوشی ، یہ سب کچھ عشق کی جلوہ فرمائیاں تو ہیں۔ سچلؔ کہتے ہیں ؎

عشق عجب آفات ہے نا کشف کرامات ہے
تقویٰ نہ کوئی طاعت ہے تن میں نہ موجودات ہیں
عشق ہے امام میرا دیگر امام کیا ہے
میخانہ میں ہوا ہوں جرعہ با جام کیا ہے

بیدلؔ کا ارشاد ہے ؎

بالیقین عاشق و معشوق حقیقت میں ہیں ایک
لوگ کہتے ہیں محبت ناظر و منظور کی بات
دو جگ کا بادشاہ ہے منت شراب عشق
اعلیٰ ہے ہر حباب سے لاشک حباب عشق
زہاد پر نہیں سر وحدت کا منکشف
گر فتح باب چاہیں تو مت چھوڑ باب عشق
شہر صفت نہ رہ توں ہوس کے حجاب میں
باہر نکل کے دیکھ رخ آفتاب عشق
جوئی کہ پوچھتا ہے عشق کون چیز ہے
کہہ بیدلؔ اس کے تئیں کہ ابھی سن جواب عشق

اور علامہ اقبالؔ کے نزدیک عشق کا مقام یہ ہے ؎

عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات
علم مقام صفات، عشق تماشائے ذات
عشق سکوت و ثبات، عشق حیات و ممات

عشق کے ہیں معجزات، سلطنت فقر و دیں
عشق کے ادنیٰ غلام، صاحب تاج و نگیں
عشق مکان و مکیں، عشق زمان و زمیں
عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح یاب

(ضرب کلیم)

(غلام مصطفیٰ قاسمی نے زاہد پریس حیدرآباد سے چھپوا کر شاہ ولی اللہ اکیڈمی سے شایع کیا)